اقبال اور اجتہاد

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين

وعلى آله واصحابه اجمعين

عصر حاضر اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا دور ہے۔مختلف ممالک اسلامیہ میں قوانین اسلام کے نفاذ کا عمل جاری ہے،مسلمانان عالم کی نفاذ اسلام کے لیے امنگ اور تڑپ ایک نہایت خوش آئند مستقبل کی غماز ہے،لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ مفکرین ومحققین اسلام کی فکری وتحقیقی کاوشوں کے لیے بہت بڑی آزمائش بھی ہے۔اس لیے کہ خاتم النبین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے وصال کو ۱۴۲۳ سال بیت چکے ہیں اور پندرھویں صدی ہجری اپنے ابتدائی ماہ وسال گزار چکی ہے۔اس درمیانی عرصہ میں اہل اسلام کن کن مراحل سے اور ادوار سے گزرے ،یہ ایک مؤرخ کا موضوع ہے جو اس مضمون میں زیر بحث نہیں۔۔۔تاہم اسلامی علوم کا ہر طالب علم اس المناک حادثہ سے پوری طرح آگاہ ہے کہ قوانین اسلام کی مسلسل عمل داری میں مسلمان ناکام رہے ہیں۔۔۔اور یہی وجہ ہے کہ ارباب فکر کی ذہنی صلاحیتیں بھی مرور زمانہ کے ساتھ ماند پڑ گئیں۔اب جب کہ امت مسلمہ ایک طویل خواب غفلت کے بعد بیدار ہو رہی ہے تو اس کے سامنے عہد حاضر کے بے شمار مسائل ہیں جو قرآن وسنت کی روشنی میں حل کے متقاضی ہیں۔یہی وہ پس منظر ہے جس کے باعث آج ''اجتہاد کا موضوع،،مجالس علمیہ میں زیر بحث آرہا ہے۔لفظ اجتہاد، جہد سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں کوشش اور مشقت۔لغوی اعتبار سے اجتہاد کے معنی ہیں کسی ایسے کام کی تحقیق وجستجو جو مشقت اور کلفت کو مستلزم ہو،حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اصطلاحی اجتہاد کی حقیقت ان الفاظ میں بیان کی ہے:

حقيقه الاجتهاد على مايفهم من كلام العلماء استفراغ الجهد فى ادراک الاحكام الشرعية الفرعية عن ادلتها التفصيلية الراجعه الى اربعه اقسام الكتاب والسنة والاجماع والقياس،،

اجتہاد کی حقیقت جیسا کہ علماء کے کلام سے واضح ہوتا ہے فرعی شرعی احکام کو اس کے تفصیلی دلائل سے معلوم کرنا ہے جن کی بنیاد چار کلیات یعنی قرآن، سنت اجماع اور قیاس پر رکھی گئی ہے۔

مفکر اسلام حکیم الامت علامہ اقبالؒ جن کے تصور اجتہاد کی روشنی میں گفتگو کرنا مقصود ہے اجتہاد کی تعریف ان الفاظ میں فرماتے ہیں:

لغوی اعتبار سے تو اجتہاد کے معنی ہیں کوشش کرنا لیکن فقہ اسلامی کی اصطلاح میں اس کا مطلب ہے وہ کوشش جو کسی قانونی مسئلہ پر آزادانہ رائے قائم کرنے کے لیے کی جائے۔اور جس کی بناء جیسا کہ میں سمجھتا ہوں شاید قرآن مجید کی اس آیۃ **والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا** پر ہے۔

اجتہاد کی ان تعریفات کے بعد آپ آئمہ متقدمین کی ان کاوشوں پر غور فرمائیں جو انہوں نے اس ضمن میں انجام دیں۔فی الواقع ان کے اجتہادات ،ان کی بصیرت ،معاملہ فہمی اور قانون دانی کی یگانہ روزگار مثالیں ہیں۔عباسی دور میں امام ابوحنیفہؒ نے جو کارنامہ سرانجام دیا وہ اسلامی قانون کی تاریخ میں سب سے زیادہ اہم اور بنیادی ہے۔اس زمانے میں بڑے بڑے فقہاء امام مالکؒ اور امام اوزاعی کے پایہ کے لوگ موجود تھے۔انہوں نے بلند پایہ تصانیف بھی مرتب کیں لیکن ان کی کوششیں زیادہ تر انفرادی تھیں۔امام ابوحنیفہؒ نے سوچا کہ انفرادی کوشش کی جگہ،فقہ اسلامی کی تدوین اگر اجتماعی طور پر کی جائے تو بہتر ہوگا، چنانچہ انہوں نے اپنے بہت سے شاگردوں میں سے چالیس ماہرین فقہ منتخب کر کے ایک اکیڈمی قائم کی۔انتخاب میں اس بات کا خیال رکھا گیا کہ جو لوگ فقہ کے علاوہ دیگر عصری علوم اور معاملات کے ماہر ہوں انہیں اکیڈمی کا رکن بنایا جائے۔اصول یہ تھا کہ ایک فرضی سوال پیش کیا جائے کہ اگر یوں ہو تو کیا کرنا چاہیے۔اس مسئلے پر بحث ہوتی ،بعض اوقات ایک سوال پر ایک ماہ تک بحث جاری رہتی اور بالآخر جب سب حضرات ایک نتیجے پر پہنچ جاتے تو اس اکیڈمی کے سیکرٹری امام ابو یوسفؒ لکھ لیا کرتے تھے اور یوں سالہا سال کی کوششوں سے ایک ایسا فقہی سرمایہ تیار ہوا جس کے متعلق بلاخوف تردید یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس کے سامنے مشہور زمانہ اذکار رفتہ اور ناقص دکھائی دیتا ہے۔یہی وہ کارنامہ ہے جس کی بناء پر حضرت علامہ اقبال امام ابوحنیفہؒ کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اگر چہ شیعہ مفسروں نے بعض اصول کی تشریح میں ایک حیرت ناک وسعت نظر سے کام لیا ہے،تاہم جہاں تک میرا علم ہے،شریعت اسلامیہ کی جو توضیح جناب ابوحنیفہؒ نے کی ہے،ویسی کسی اسلامی مفسر نے آج

تک نہیں کی، اگر مذہب اسلام کی رو سے مجسموں کے ذریعے بڑے بڑے علماء کی یادگاریں قائم رکھنے کا دستور جائز ہوتا تو یہ عظیم الشان فقیہ اس عزت کا سب سے پہلے حق دار تھا، دینی خدمت کے اس حصے (یعنی فلسفہ شریعت) کی تفسیر وتوضیح میں امیر المؤمنین جناب علیؓ کے بعد جو کچھ اس فلسفی امام نے سکھایا ہے، قوم اسے کبھی فراموش نہیں کرے گی۔

فقہاء کرام کی مساعی جمیلہ کے نتیجہ میں فقہ اور اصول فقہ کا ایک مربوط ومنظم نظام مدون ہوا مگر ہر دم حرکت پذیر معاشرے میں نت نئے جنم لینے والے مسائل کا جواب اور حل تلاش کرنے کے لیے، غور وفکر اور تدبر واجتہاد کا عمل جاری رہنا ہمیشہ ضروری سمجھا گیا ہے۔ چنانچہ علامہ شہرستانی اپنی مشہور کتاب (الملل والنحل) میں فرماتے ہیں:

عبادات وتصرفات میں حادثات وواقعات نہ تو محدود ہوسکتے ہیں اور نہ گنے جاسکتے ہیں (یعنی وہ لامحدود اور بے شمار ہیں) اور ہمیں یہ قطعی طور پر معلوم ہے کہ ہر حادثے کے لیے کوئی نص نازل نہیں ہوئی اور نہ ہی اس کا تصور کیا جاسکتا ہے اور نصوص جب متناہی ہوں اور حادثات غیر متناہی ہوں، ظاہر ہے کہ متناہی لامتناہی کا احاطہ نہیں کرسکتا تو اس سے قطعی طور پر معلوم ہوا کہ قیاس واجتہاد کو تسلیم کرنا ضروری ہے تاکہ حادثے (پیش آمدہ واقعات) کے لیے اجتہاد سے کام لیا جائے۔

یہی وہ حقیقی ضرورت تھی جس کا اندازہ اس مرد دور اندیش نے جس کی نگاہ ملت کے مستقبل پر تھی، بروقت کرتے ہوئے فقہاء کرام کی عظمتوں کے اعتراف کے ساتھ ساتھ علماء کو دعوت اجتہاد دی۔ اقبال فرماتے ہیں:۔

موجودہ دور میں اسلام کی سب سے بڑی ضرورت فقہ کی تدوین جدید ہے تاکہ زندگی کے ان سینکڑوں، ہزاروں مسائل کا صحیح حل پیش کیا جائے جن کو موجودہ دنیا کے قومی اور بین الاقوامی سیاسی، معاشی اور سماجی ارتقاء نے پیدا کیا ہے۔

حضرت علامہ اقبال نے اپنے اردگرد کے احوال وظروف کا بنظر غائر جائزہ لینے کے بعد محسوس کیا کہ اب وہ وقت آ گیا ہے کہ علمائے امت نظری دائرہ سے نکل کر عملی میدان میں اپنی مجتہدانہ صلاحیتوں کو بروئے کار لائیں، انہوں نے بالتکرار شریعت اسلامیہ کے اس متقضی پر زور دیا کہ ہر دور میں ایک گروہ ضرور ایسا ہونا چاہیے جو احکام شریعت کے استنباط کی صلاحیتوں سے مالا مال ہو، جو قرآن وسنت کی روشنی

میں ہر سوال کا جواب دینے کی صلاحیت رکھتا ہو، اس جانب اشارہ کرتے ہوئے حضرت علامہ اقبال اپنے خطبہ اجتہاد میں ارشاد فرماتے ہیں:

ساری جامعیت اور ہمہ گیری کے باوجود ہمارے نظامہائے فقہ بالآخر افراد کی ذاتی تعبیرات کا نتیجہ ہیں، اس لیے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ان پر قانون کے نشوونما کا خاتمہ ہو چکا ہے، اس میں شک نہیں کہ علمائے اسلام نے تو مذاہب فقہ کے بارے میں کچھ ایسی ہی رائے قائم کر رکھی ہے مگر اس کے باوجود انہوں نے اجتہاد کی ضرورت سے کبھی انکار نہیں کیا، سطور بالا میں ہم ان اسباب کی طرف اشارہ کر آئے ہیں جو میرے نزدیک علمائے اسلام کی اس روش کے محرک ہوئے ہیں لیکن اب کہ زمانہ بدل چکا ہے اور دنیائے اسلام ان نئی نئی قوتوں سے دوچار ہو رہی ہے جو فکر انسانی کی ہر سمت میں غیر معمولی نشوونما کے باعث پھیل رہی ہے، کیسے کہا جاسکتا ہے کہ مذاہب فقہ کی خاتمیت پر برابر اصرار کرتے رہنا چاہیے۔ آئمہ مذاہب کا کیا یہی دعوی تھا کہ ان کے استدلال اور تعبیرات حرف آخر ہیں؟ ہرگز نہیں۔

حضرت علامہ اقبال نے امت کی جن اجتہادی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کی طرف واضح ارشادات فرمائے ہیں وہی دین کا بنیادی تقاضا ہے، مگر ان تحریروں سے یہ مراد لینا کہ اجتہاد کی آڑ لے کر دین کے بنیادی مسلمات کو تشکیک کی نذر کر دیا جائے، یہ نہ تو اقبال کا مطمع نظر تھا اور نہ ہی دین میں اس کے لیے کوئی گنجائش ہے۔ اجتہاد سے متعلق مشہور حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو اجتہاد کی اجازت اس شرط پر دی تھی کہ قرآن وحدیث میں ان کو سکوت نظر آئے، اگر قرآن میں صراحت ہے تو پھر اجتہاد کی کوئی گنجائش نہیں۔ قرآن میں سکوت ہے لیکن حدیث میں اس کی صراحت آتی ہے تو پھر بھی اجتہاد کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا، اجتہاد صرف اس وقت کیا جاتا ہے جب یہ دونوں بنیادی ماخذ یعنی قرآن وسنت بظاہر سوال کے متعلق خاموش رہیں۔ ایسے اجتہاد کا دروازہ ہمیشہ سے کھلا ہے اور کھلا رہے گا۔

علامہ عزالدین بن عبدالسلامؒ جو ساتویں صدی ہجری کے اکابر شافعی فقہاء میں سے ہیں فرماتے ہیں:۔

اس میں علماء نے اختلاف کیا ہے کہ آیا اجتہاد کا دروازہ بند ہو گیا ہے؟ اس سلسلے میں مختلف اقوال ہیں اور سب کے سب اقوال باطل ہو گئے ہیں کیوں کہ اگر کوئی ایسا واقعہ پیش آجائے جس میں کوئی نص نہ ہو یا جس میں سلف صالحین کا اختلاف ہو تو اس میں کتاب اللہ یا سنت کی روشنی میں اجتہاد ضروری ہو جاتا ہے اور ایسی بات کہ اجتہاد کا دروازہ بند ہے کوئی بے عقل ہی کر سکتا ہے۔

کل شیء یرجع الی اصلہ..... ہر کسی کو دور ماند از اصل خویش..... باز جوید روزگار وصل خویش

اسی نوع کے اجتہاد کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے علامہ اقبال علیہ الرحمۃ صوفی غلام مصطفیٰ تبسم کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں:

ضرورت اس امر کی ہے کہ عملی طور پر ثابت کیا جائے کہ سیادت انسانی کے لیے تمام ضروری قواعد قرآن میں موجود ہیں۔ جو جو قواعد، عبادات یا معاملات (بالخصوص موخر الذکر) دیگر اقوام میں اس وقت مروج ہیں ان پر قرآنی نقطہ نگاہ سے تنقید کی جائے اور دکھایا جائے کہ وہ بالکل ناقص ہیں۔ میرا عقیدہ یہ ہے کہ جو شخص اس وقت قرآنی نگاہ سے زمانہ حال کے جورس پروڈنس یعنی اصول فقہ پر ایک تنقیدی نگاہ ڈال کر احکام قرآنیہ کی ابدیت کو ثابت کرے گا وہی اسلام کا مجدد ہوگا اور بنی نوع انسان کا سب سے بڑا خادم۔

جن امور کے سلسلے میں صریح نصوص موجود ہیں یا ان پر امت کا اجماع اور تعامل رہا ہے، ان کے بارے میں کسی مجتہد کے لیے یہ گنجائش نہیں کہ وہ ان سے متعلق کوئی نئی رائے قائم کرے۔ مثلاً زکواۃ کی مقدار واجب الاداء قطع ید کی سزا یا اس طرح کے دیگر مسائل ان میں نئے اجتہاد کی کیا اور کہاں ضرورت ہوسکتی ہے البتہ وہ امور جن سے متعلق قرآن وحدیث خاموش ہیں ان سے متعلق اجتہاد کا دروازہ کھلا ہے اور کھلا رہے گا مگر اس کا یہ مفہوم کہاں سے لے لیا گیا کہ قرآن وحدیث سے بے نیاز ہوکر یا ان میں سے کسی ایک سے پہلو تہی کرکے اجتہاد کے نام پر کسی نئے دین کی داغ بیل ڈال لی جائے۔ لہذا آج جس اجتہاد کی ضرورت ہے وہ اجتہاد فی المسائل ہے جیسا کہ ہمارے فقہاء کرام نے مجتہدین کو تین درجوں میں تقسیم کیا ہے:

۱۔ مجتہد مطلق ۲۔ مجتہد فی المذہب ۳۔ مجتہد فی المسائل

مجتہد مطلق سے مراد وہ فقیہ ہے جو قرآن وحدیث سے نہ صرف براہ راست استنباط کرے بلکہ اصول اجتہاد واستنباط کا ایک منظم اور مربوط نظام مرتب کرے۔ فقہاء کرام نے اس درجہ اجتہاد پر فائز حضرات کے لیے مطلوبہ شرائط پر تفصیلی بحث کی ہے۔ ان مباحث سے جو مشترک عناصر سامنے آتے ہیں وہ علامہ شوکانی ''ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول،، میں بیان فرماتے ہیں۔ مجتہد کے لیے ضروری ہے کہ:

۱۔ وہ کتاب وسنت کا عالم ہو۔

۲۔ وہ اجماعی مسائل سے پوری طرح واقف ہو تاکہ وہ کوئی ایسی رائے نہ دے جو اجماع کے خلاف پڑتی ہو۔

۳۔ وہ عربی زبان اور اس کی باریکیوں اور نزاکتوں سے واقف ہو اور نحو وصرف اور معانی اور بیان میں عبور

رکھتا ہو۔

۴۔وہ اصول فقہ سے مکمل واقفیت رکھتا ہو۔

۵۔وہ ناسخ ومنسوخ احکام یا بالفاظ دیگر احکام شریعت کے نزول کے ارتقائی مدارج کا علی وجہ البصیرۃ ادراک رکھتا ہو۔

علامہ اقبال علیہ الرحمۃ نے ۱۹۰۴ء میں اپنے ایک مقالہ میں حضرت امام ابوحنیفہؒ کو خراج تحسین پیش کرنے کے بعد فرمایا:

جہاں تک مجھے معلوم ہے اسلامی دنیا میں اب تک کوئی ایسا عالی دماغ مقنن پیدا نہیں ہوا ہے۔

علامہ اقبال آج سے اسی برس پہلے اس فقدان کا ذکر فرمارہے ہیں جب کہ کم از کم ہندوستان نامور مصنف، مدرس اور مجاہد علماء کرام سے خالی نہیں تھا اور مشرق وسطی میں بھی قابل قدر علماء کرام موجود تھے لیکن آپ یہ غور فرمائیں کہ علامہ اقبال نے جو کہا سو کہا۔امام غزالیؒ نے اپنے زمانہ میں یہ کہہ دیا تھا:

''زمانہ مجتہد مستقل سے خالی ہوگیا۔،،

اب یہ فیصلہ میں قارئین کی بصیرت پر چھوڑتا ہوں کہ کیا آج کوئی شخص اس مقام پر فائز ہونے کے قابل ہے؟اگر ہم اجتہاد کے دروازے کو کھلا رکھتے ہوئے دقت نظر سے دیکھیں تو اسی نتیجے پر پہنچیں گے کہ اس سلسلے میں جو کچھ ہو چکا ہے اس پر اضافہ ممکن نہیں۔امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ جیسے فقہاء نے اپنی عمریں کھپا کر اصول فقہ کا جو مربوط ومنظم علم مرتب کیا وہ مسلمانوں کا ایک ایسا علمی کارنامہ ہے جس سے پہلی تمام اقوام ناواقف تھیں اور مغرب بھی حال میں واقف ہوا ہے۔اس میں جزوی اضافہ تو ممکن ہے اس سے کلی طور پر صرف نظر کر کے از سر نو اصول فقہ کی تدوین آخر تحصیل حاصل نہیں تو اور کیا ہے؟۔

مجتہد فی المذہب سے مراد وہ فقیہ ہے جو کسی مجتہد مطلق کے اصولوں پر کاربند ہوتے ہوئے اجتہاد کرے،اجتہاد کے اس پہلو میں بھی کوئی تشنگی محسوس نہیں ہوتی۔آئمہ مجتہدین کے جلیل القدر تلامذہ نے ان مذاہب کو اس قدر وسعت اور دقت نظر سے مرتب کر دیا ہے کہ اس سے مستغنی ہوجانا کوئی دانش مندی نہیں۔

تیسرا درجہ ہے مجتہد فی المسائل،اس سے مراد وہ فقیہ ہے جو کسی خاص مجتہد کے اصول استنباط سے کام لے کر درپیش مسائل کا حل تلاش کرے،اجتہاد کی یہ قسم ہر زمانے میں موجود رہی ہے اور کبھی فقہاء امت نے

اس کی ضرورت سے انکار نہیں کیا۔ اگر کوئی ایسا شخص جو مجتہدانہ صلاحیتوں سے بہرہ مند نہ ہو اجتہاد کی کوشش کرتا ہے تو اس کے اجتہاد کو نہ امت نے پہلے قبول کیا ہے اور نہ آئندہ کرے گی۔ انہی نام نہاد مجتہدین سے اقبال علیہ الرحمہ نے گریز کا سبق دیا ہے اور رموز بے خودی میں ایک مستقل بابا باندھا ہے جس کا عنوان ہے:

''در بیان ایں کہ در زمان انحطاط تقلید از اجتہاد اولی تر است''۔

اقبال فرماتے ہیں:

اجتہاد اندر زمان انحطاط قوم را بر ہم ہمی پیچد بساط

ز اجتہاد عالمان کم نظر اقتداء بر رفتگاں محفوظ تر

اقبال بال جبریل میں ایسے اجتہاد کے بارے میں جو تمام حدود وقیود سے آزاد ہو فرماتے ہیں:

گو فکر خداداد سے روشن ہے زمانہ آزادی افکار ہے ابلیس کی ایجاد

علامہ اقبال علیہ الرحمہ عصر حاضر میں اجتہاد کے لیے اجتماعی طریق کار کو موزوں ترین خیال کرتے ہیں، فرماتے ہیں:

بلاد اسلامیہ میں جمہوری روح کی نشو ونما اور قانون ساز مجالس کا بہ تدریج قیام ایک بڑا ترقی یافتہ اقدم ہے، اس کا نتیجہ ہوگا کہ مذاہب اربعہ کے نمائندے جو سر دست فرداً فرداً اجتہاد کا حق رکھتے ہیں، اپنا یہ حق مجالس تشریعی کو منتقل کر دیں گے۔ یوں بھی مسلمان چونکہ متعدد فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں، اس لیے ممکن بھی ہے تو اس وقت اجماع کی یہ شکل ہے۔ میرے نزدیک یہی ایک طریقہ ہے جس سے کام لے کر ہم زندگی کی اس روح کو جو ہمارے نظامات فقہ میں خوابیدہ ہے از سر نو بیدار کر سکتے ہیں۔

علامہ اقبال اپنی اس تجویز کے بعد اسی مقالہ ''اجتہاد فی الاسلام''، میں چند سطور آگے ارشاد فرماتے ہیں: موجودہ زمانے میں جہاں کہیں مسلمان کی قانون ساز مجلس قائم ہوئیں اس کے زیادہ تر ارکان وہی لوگ ہوں گے جو فقہ اسلامی کی نزاکتوں سے ناواقف ہیں۔ لہذا اس کا طریق کار کیا ہوگا، کیوں کہ اس قسم کی مجلس شریعت کی تعبیر میں بڑی بڑی شدید غلطیاں کر سکتی ہے۔

اجتہاد کا فریضہ مجالس قانون ساز (قومی اسمبلی) کے سپرد کر دینے کی رائے ان کے اپنے نقطہ نظر کے مطابق اس لیے قابل عمل اور راہ صواب کے مطابق نہیں ہے کہ مجلس قانون ساز کے جملہ ارکان کا مجتہدانہ

صلاحیتوں سے بہرہ مند ہونا مشکل ہی نہیں ناممکن العمل ہے! یہ مسئلہ صرف پاکستان کا ہی نہیں بلکہ عالم اسلام کا ہے۔ اگر اجتہاد کا یہ اہم ترین فریضہ ان لوگوں کے سپرد کردیا جائے جو استنباط واستخراج کے اصولوں سے تو کجا عام حالات زمانہ سے بھی ناواقف ہوں تو ان سے ایسے ایسے فتاوی کا صدور ہوگا جس سے اغیار کو تمسخر کا موقع ہاتھ آئے گا۔ مشہور عالم شیخ صبحی محمصانی نے ''مقدمہ فی احیاء علوم الشریعۃ،، میں بعض سعودی علماء کا ذکر کیا ہے کہ انہوں نے تار بھیجنے کی شرعی حیثیت میں توقف کیا کہ یہ جائز ہے یا ناجائز۔ ایک روایت کے مطابق سعودی عرب میں پہلی بار ٹیلی گراف کا نظام قائم ہونے لگا تو بعض قدامت پسند علماء نے یہ کہہ کر اسے ناجائز قرار دیا کہ اس سے ''استخدام بالجن،، لازم آتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت علامہ اقبال کی دعوت اجتہاد سے مراد ایسا اجتہاد ہے جو قرآن وسنت کی روشنی میں ہو، جس سے مسلمان پر کوئی آنچ نہ آئے، جس سے اتحاد امت میں کوئی رخنہ اندازی واقع نہ، جس سے امت کی فقہی اور قانونی روایات کا تسلسل برقرار رہے اور یہ بات اجتہاد فی المسائل سے پوری ہوسکتی ہے۔ آج کے تعلیم یافتہ مغربی قوانین کے بعض ماہرین جو ابن تیمیہ کو ابن تمیمہ کہتے ہیں، یا ایسے قانون ساز حضرات جو دیت کو دیت کہتے ہیں۔ یا وہ علماء عصر جو ''دیۃ مسلمۃ،، کے معنی پوری دیت قرار دے رہے ہیں اور دلیل میں ''مرغ مسلم کا حوالہ دیتے ہیں،، اس سے قطع نظر کہ دیت آدھی ہے یا پوری لیکن اس فہم و دانش کے ساتھ اگر اجتہاد شروع ہوگیا تو پھر اللہ ہی ہمارا حامی وناصر ہے۔

عقیدہ ختم النبوۃ

کی چودھویں جلد کے بعد ایک سے سات تک جلدوں کا سیٹ دوبارہ شائع ہوگیا ہے۔

اپنا سیٹ بک کروالیں

ملنے کا پتہ

مکتبہ برکات المدینہ متصل جامع مسجد بہار شریعت بہادرآباد کراچی

گرتو سنگ خارہ ومرمر شوی چوں بصاحبدل رسی گوہر شوی